© rasailojaraid.com

قوم کے تصور میں اعتقاد نہیں تھا۔ اس کتابچہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں ان لوگوں میں ہوں جو ۱۹۴۷ء کے بعد جمعیۃ العلماء میں شریک ہوئے۔

مجھے گرلیش ماتھر صاحب سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن انھوں نے ایک جذباتی اور ناپختہ نوجوان کی غیر ذمہ دارانہ تحریروں پر اعتماد کرکے ایک خلافِ واقعہ بات لکھ دی — جو نہ صرف واقعہ کے بلکہ حقیقت کے بھی خلاف تھی —

اس کتابچہ میں یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ 'برہان' میں ۱۹۴۲ء میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نظریۂ قومیت کے خلاف ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ میں اس کے جواب میں کوئی گرم یا تلخ بات کہنے کے بجائے صرف اظہارِ حقیقت کرنا کافی سمجھتا ہوں جیسا کہ اس رُوداد سے ظاہر ہوگا کہ قوم پرست تحریکوں سے میرا تعلق ۱۹۲۰ء سے غیر منقطع رہا ہے، اور میں ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں ایک ایسا آدمی ہوں جو مدت العمر ہندوستان کی تقسیم کو مذہب کی بُنیاد پر غلط قرار دیتا رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ اپنی تقریروں میں ہندوستان کی تقسیم کو فقہ کی اصطلاح میں "مالا یقسم" چیزوں کے زمرے میں شامل کیا ہے اور مسلمانوں کی مدت العمر یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ فقہ کے اعتبار سے بھی یہ ملک ان چیزوں کے زمرے میں شامل کیا جانا چاہیے جو تقسیم نہیں ہوسکتیں۔ میں نے زور دے کر کہا کہ چارپائی، چکّی اور پانی کی طرح اس ملک کی منفعت بھی ایک ہی رہتے میں ہے جس طرح چارپائی اور چکّی اور پانی کا ہبہ تک نہیں ہوسکتا، اسی طرح ملک کی تقسیم بھی شرعی اعتبار سے درست نہیں، کیوں کہ علاقوں کے اعتبار سے یہ ملک بھی ایسا ہی ہے جو متحد رہ کر منفعت دے سکتا ہے، اس کا تقسیم کرنا پانی، چکّی اور چارپائی کو توڑ کر تقسیم کردینے کے مترادف ہے جو بالآخر اُن کی منفعت کو ختم کردینے کا سبب بن سکتی ہے۔

"برہان" میں ۴۲ء کے مضمون کا قصہ یہ ہے کہ مولانا عبد الرحمٰن نے ایک مضمون برہان میں نظریۂ قومیت کے خلاف لکھا اور اس میں علمی بحث اُٹھائی۔ مضمون شائع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کے وقت مولانا حفظ الرحمٰن جیل میں تھے اور انھوں نے جیل ہی سے اس کا جواب لکھا جس میں مولانا عبدالرحمٰن کے نظریہ کی پُرزور تردید کی گئی تھی، یہ علمی بحث تھی جو برہان میں شروع کی گئی۔ آخر میں برہان نے ایک محاکمہ کیا جو شمس العلماء مولانا عبدالرحمٰن کے نظریہ کی تردید اور متحدہ قومیت کے نظریہ کی تائید میں تھا۔ میں نے بھی ایک مضمون اس کی تائید میں لکھا، جو نہ صرف موجود ہے، بلکہ "برہان" کے ریکارڈ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ میں گریش ماتھر کی نیت پر شبہ نہیں کرتا، لیکن مجھے افسوس ہے کہ انھوں نے میرے بارے میں اتنی بے خبری کا ثبوت دیا کہ تحقیق اور تفتیش کی زحمت اٹھائے بغیر ایک بے بنیاد الزام مجھ پر عائد کر دیا۔

بات کہاں سے چلی تھی کہاں تک پہونچ گئی، یہ پچاس برس کی روکھی پھیکی زندگی کی جھلکیاں ہیں جو عزیزم کی فرمائش پر میں نے قلم بند کرا دیں ورنہ حقیقت تو ہے کہ ؎

اک کہانی ہے زندگی اپنی
اور کیا بے مزہ کہانی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دو ہفتہ دورۂ روس کی رودادِ سفر

(از مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی)

عزیز بھائی مولانا اکبرآبادی! السلام علیکم!

یہ خط لینن گراڈ سے لکھ رہا ہوں، اس وقت یہاں شام کے ۶½ بجے ہیں، وہاں ۱۰½ بجے ہوں گے، ہم لوگ آج صبح ہی یہاں پہنچے ہیں۔ تاشقند سے رات کے ۱۰ بجے اڑے تھے۔ پونے چار گھنٹے یا ساڑھے تین گھنٹے میں ماسکو پہونچے، ماسکو کا ہمارا پروگرام ۲۸، ۲۹، ۳۰ ر کا ہے۔ ۳۱ ر کو کسی وقت دہلی کے لئے روانہ ہو جائیں گے، اس وجہ سے ماسکو کے ہوائی اڈہ پر اتر کر رات کے باقی حصے میں وہیں رہے کیونکہ اس وقت لینن گراڈ کے لئے کوئی جہاز نہیں تھا، پورے سفر میں پروگرام میں تھوڑی سی غلطی کی وجہ سے یہیں تکلیف ہوئی کہ رات کے باقی حصے میں ویٹنگ روم میں رہنا پڑا، ورنہ پورا سفر انتہائی اعزاز و احترام اور آرام سے گذرا۔ بہر حال صبح کو لینن گراڈ کے لئے ماسکو سے روانہ ہوئے، ماسکو اور لینن گراڈ میں آٹھ سو سے زیادہ کیلومیٹر کا فصل ہے جہاز صرف پچاس منٹ میں پہونچ گیا، تاشقند سے ماسکو ساڑھے تین ہزار سے کچھ کم کیلومیٹر ہے، اتنا بڑا فاصلہ ساڑھے تین گھنٹے میں طے ہو گیا۔ بس خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔

اس روز دہلی سے ساڑھے چھ بجے صبح کو چلے تھے اور چار گھنٹے سے کم میں تاشقند پہونچ گئے تھے۔ ہوائی اڈے پر مولانا مفتی ضیاء الدین باباخان اور دوسرے بڑے بڑے علماء اور آئمہ مساجد کے علاوہ حکومت کے شعبۂ سیاحت کے ہیڈ وغیرہ بھی موجود تھے، تاشقند ہوٹل جو شہر کا سب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑا اور نفیس ہوٹل ہے، اسی میں قیام کا انتظام تھا، اس ہوٹل میں بیک وقت اٹھارہ سو آدمی قیام کرسکتے ہیں۔ ہر چیز نفیس، صاف ستھری، اعلیٰ درجہ کا بستر، اور کمبل وغیرہ، تاشقند ازبکستان کا دارالسلطنت ہے اور نہایت ہی صاف وشفاف اور طویل وعریض شہر ہے اس کے مختلف حصوں میں بعض چھوٹی نہروں کے علاوہ نہر کیکاؤس بہتی ہے جس نے پورے شہر کو گلزار بنادیا ہے پھلوں کی کثرت کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے۔ قسم قسم کے بہترین انگور، آڑو، ناکھ، سیب، خوبانی، انجیر وغیرہ، انار بھی بکثرت ہوتے ہیں مگر ابھی اُن میں ایک مہینے کی دیر ہے، خربوزہ تو ایسا ہوتا ہے کہ سبحان اللہ، رسیلا، خوشبودار، بے حد شیریں، اس کی بھی بہت سی قسمیں ہیں، اس وقت ہر قسم کی ریل پیل ہے، تربوز بھی بہت نفیس ہوتا ہے، دو ڈھائی روز تک شہر اور اطرافِ شہر کے مختلف قدیم وجدید تاریخی آثار دیکھے، پروگرام اس قدر ٹائٹ رہے کہ صبح سے رات تک کمر لگانے کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی، یہی وجہ ہے کہ آج یہاں پہونچ کر پہلا خط آپ ہی کو لکھ رہا ہوں، ترجمان کوئی نہیں ملا۔ اس لئے تمام بات چیت عربی میں زیادہ اور فارسی میں کم ہوتی تھی۔ اخبارات کو انٹرویو بھی دینے پڑے اُردو میں کچھ ریکارڈ بھی ہوئے، وہ تو یوں کہیے کہ آب وہوا اچھی تھی ورنہ دم ٹوٹ جاتا۔ دہلی سے چل کر تاشقند کے ایرپورٹ پر اُترا تو وہی پرانا مرض شروع ہوگیا۔ کیونکہ جہاز کم وبیش تیس ہزار فیٹ کی بلندی پر اُڑا تھا، سردی کے اثر سے ناک سے بے تحاشا پانی اور چھینکیں آنا شروع ہوگئیں۔ بے حد فکرمند تھا کہ ابھی سفر کی پہلی منزل بھی شروع نہیں ہوئی اور میں اس مرض میں گھر گیا، مگر ایک ڈاکٹرنی نے ہوائی اڈے کے ویٹنگ روم ہی میں میری نبض دیکھی اور صرف ایک گولی دی اور بہنے لگی یہی کافی ہوگی۔ اس کے بعد ہوٹل کے ڈاکٹر نے دو روز ناک میں قطرے ٹپکائے، طبیعت ٹھیک ہوگئی، اس کے بعد سے طبیعت بحال ہے اور تھکن کے سوا جو قدرتی طور پر ہونی چاہیے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تاشقند میں اس وقت اٹھارہ بڑی مسجدیں ہیں جن میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی ہوتی ہیں، کم وبیش ایک سو چھوٹی مسجدیں ہوں گی جن میں پنج وقتہ نمازیں ہوتی ہیں، جمعہ نہیں ہوتا۔ نوجوان نمازی خال خال ہی نظر آئے، معلوم ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمعہ کے علاوہ نماز نہیں پڑھتے یا پھر نام کے مسلمان ہیں، تاشقند کی آبادی دس لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے جن میں اسّی فی صدی مسلمان بتائے جاتے ہیں، بہر حال اس میں شک نہیں کہ مسلمان بہت کافی ہیں ہم نے مسجد امام قفال ؒ میں جو ادارہ دینیہ کے ساتھ ہی ساتھ ہے ظہر کی نماز پڑھی، اُس روز دوپہر کے بعد کا کھانا غدیٰ ادارۂ دینیہ ہی میں تھا، شام کو مفتی صاحب موصوف نے اپنے مکان پر نہایت پُر تکلف دعوت دی۔ اس مسجد کے علاوہ دو اور مسجدوں میں نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوا، مسجد زین الدین ولد شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور مسجد رکحت میں، ۱۹ کو ہم لوگ سمرقند کے لئے روانہ ہو گئے، سمرقند، تاشقند سے تین سو کیلو میٹر سے زیادہ ہے، عجیب سر سبز و شاداب شہر ہے، درختوں سے بھرا ہوا، پھلوں میں رچا ہوا۔ اس شہر میں متعدد چھوٹی چھوٹی نہروں کے علاوہ بڑی نہر زرافشاں بہتی ہے جس نے پورے شہر کو محبوب کا سبزۂ خط بنا دیا ہے حافظ نے اس شہر کو سوچ سمجھ کر ہی ترک شیرازی کی نذر کیا تھا سمرقند پہونچ کر پہلے ہی روز ہم لوگ خرتنگ حاضر ہوئے یہیں امیر المومنین فی الحدیث آیۃ من آیات اللہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ کا مرقدِ مبارک ہے۔ خرتنگ کم و بیش پانچ ہزار کی آبادی کی ایک بستی ہے سمرقند سے اس کا فاصلہ بیس کیلو میٹر ہے۔ امام عالی مقام کے مزارِ مبارک پر حاضری دی۔ اور تقریباً دو گھنٹے وہاں قیام کیا، فاتحہ پڑھتے وقت قلب کی عجیب کیفیت ہوئی۔ امام والا مقام اور اُن کی کتاب کی خصوصیات کے نقوش حافظے میں اُبھرنے لگے، اس وقت اگر کوئی مجھ سے امام بخاری پر تقریر کراتا تو کہہ نہیں سکتا

ؒ محمد بن علی بن اسمٰعیل القفال الکبیر الشاشی الشافعی، تفسیر، حدیث، کلام، لغت، شعر اور فقہ کے مشہور و معروف امام جن کے متعلق، امام ابو عبد اللہ الحاکم کا قول ہے" الفقیہ الادیب امام عصرہ بما وراء النہر للشافعین واعلمہم بالاصول واکثرہم رحلۃ فی طلب الحدیث" امام ابو الحسن اشعری سے بلا واسطہ علم کلام حاصل کیا اور خود امام اشعری نے ان سے علمِ فقہ کی تحصیل کی۔ ۳۶۵ھ میں شاش میں وفات پائی، ان کے تفصیلی حالات جاننے کیلئے شیخ تاج الدین سبکیؒ کی "طبقات الشافعیہ" جلد ثانی دیکھنی چاہیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کس طرح کی ہوتی، استاذ مرحوم کی شفقتوں کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا حضرت شاہ صاحب رح کا چہرۂ انور اس وقت آنکھوں کے سامنے تھا معلوم ہوتا تھا ہم سب بخاری شریف کے درس میں بیٹھے ہیں اور استاذ کی محققانہ، ناقدانہ اور بصیرت سے بھرپور تقریر سن رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رح کے مزار پر حاضری کا شرف اس طویل سفر کا حاصل ہے حضرت الاستاذ ہمیں پڑھا پڑھا کر دنیا سے تشریف لے گئے اور مزار بخاری پر حاضری میرے مقدر میں تھی، سمرقند میں بھی کافی مسجدیں ہیں، شاید یہ دس مساجد جامع ہوں، باقی چھوٹی چھوٹی ہیں، مسجد خواجہ عبید اللہ احرار رح اس وقت سمرقند کی وسیع اور پُر رونق مسجد ہے، ہم نے ظہر کی نماز وہیں پڑھی اور خواجہ مرحوم کے مزار پر حاضری دی، ان ہی کی قبر کے پاس "شرح عقائد نسفی" کے مصنف اور "اصول الشاشی" کے مؤلف کی قبریں بتائی جاتی ہیں مگر یہ بات تحقیق طلب ہے۔ یہاں کی دوسری بڑی مسجد مسجد ذو المراد یا زود مراد ہے، یہاں بھی نماز پڑھنے کا اور بہت سے نمازیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا، نمازی ہر جگہ وہی بوڑھے، ضعیف گرے پڑے ہیں، کہتے ہیں جمعہ کے روز یہ مسجدیں نمازیوں سے پُر ہو جاتی ہیں اور عیدین میں تو سڑکوں تک نمازی ہوتے ہیں، سمرقند اسلامی تاریخ کی یادگاروں کا عظیم الشان مرکز ہے۔ دو روز میں ہم نے بہت سے آثار دیکھے، دینی بھی اور دنیوی بھی! بابر اور الوغ بیگ کی قبروں پر جاکر عبرت حاصل کی اور قثم بن عباس رض کے مزارِ مبارک سے روحانی فیض حاصل کیا، اور بھی کتنے ہی مقامات پر جانا ہوا۔ یہیں الوغ بیگ[له] کی ہیئۃ الافلاک کا کچھ مٹا ہوا اور کچھ ابھرا ہوا تاریخی نمونہ ہے۔ اس رسدگاہ کو میں بہت دیر تک دیکھتا رہا، قدیم آثار کے ساتھ جدید ترقیاں بھی دیکھیں، ہڈیوں کے مرض کا ہسپتال، لائبریری، بچوں کی تربیت گاہ سب ہی چیزیں دیکھیں، سمرقند میں بھی ستر فی صد مسلمانوں سے کم نہیں ہیں، اس لئے یہاں کی زندگی میں قدرتی طور پر بڑی زیادہ دلکشی ہیں لائبریری کا عربی خاص طور پر مخطوطات ایک نہایت مہذب مسلمان لڑکی مسّوزہ نے دکھائے، اشعۃ اللمعات قلمی برہان شرح مواہب الرحمٰن مشکوۃ شریف اور تفسیر و تاریخ کی بعض عمدہ قلمی کتابیں دیکھیں جلدی میں معائنہ کی چند سطریں بھی لکھدیں، یہیں مشترک کاشت کا فارم بھی دیکھا، اس فارم کا نام لینن آباد ہے اور یہ سمرقند سے چند کیلومیٹر

له (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے فاصلے پر بہت بڑا میلوں میں پھیلا ہوا فارم ہے، اس کا اصل نام کا نخوص ہے، عربی میں الاراضی الستعادنیہ ہے، میری رائے میں موجودہ نسل میں جبر و قہر کا تصور ختم ہوچکا ہے، لوگ خوش خوش اس کام میں حصہ لیتے ہیں اور خوش حال ہیں، ان کی کاشت کی تمام آمدنی حکومت کی ہوتی ہے حکومت ان کے کھانے، کپڑے اور مکان کی ذمہ دار ہے، کچھ مزید بھی دیتی ہے، ان کاشتکاروں کے پاس اپنی بھی تھوڑی تھوڑی زمینیں ہیں جو ان کی ملک ہیں، ان زمینوں میں یہ کاشت بھی کرتے ہیں اور باغ وغیرہ بھی لگاتے ہیں۔ ان کا رہنا، سہنا شہر سے الگ ہے اور ان کی زندگی خاص طرح کی ہے، یُوں ہر طرح آزاد ہیں۔ مثلاً مسلمان کاشتکار جمعہ و عیدین کی نماز کو بے تکلف جاتے ہیں، شاید صرف اطلاع دینی ہوتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ سوویت یونین نے روزگار کا مسئلہ پوری طرح حل کرلیا ہے۔ یہاں روزگار انسانوں کو آواز دیتا ہے، آدمیوں کو روزی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال ہم نے اس وسیع و عریض فارم کے اکثر حصوں میں بذریعہ کار چکر لگایا۔ اس کی ایک ایک چیز دیکھی، گایوں کی نسل کشی کا منظر بھی عجیب ہے، ہزاروں گائیں قطار اندر قطار کھڑی ہیں، ہر گائے کی عمر، نسل، دودھ کی مقدار، کب گابھن ہوگی، کب بچہ دے گی، کونسی گائے گابھن ہونے کے لائق ہے، کونسی ابھی چھوٹی ہے، یہ سب چیزیں آپ کو ایک پلیٹ پر لکھی اور لٹکی ہوئی ملیں گی۔ اس تاریخی فارم کا ہیڈ مسلمان ہے، لاہا قُل اللہ قُل یعنی عبداللہ، ہم نے فارم ہی پر عشائیہ تناول کیا۔ دُنبہ کا بھنا ہوا گوشت، تکے، نفیس پھل، شہدِ خالص، میں نے

(حاشیہ گذشتہ صفحہ ۳۶۲) سلطان الوغ بیگ مرزا سلطان شاہ رُخ مرزا کا بڑا بیٹا اور امیر تیمور کا پوتا تھا، سنہ ۸۱۲ھ میں اس کے باپ نے اس کو ماوراء النہر کا حاکم اعلیٰ بنایا، سنہ ۸۵۰ھ میں والد کے انتقال کے بعد مستقل طور پر زمامِ سلطنت ہاتھ میں لی، علم ہندسہ کا ماہر اور زبردست عالم و فاضل تھا، اس نے اپنے زمانۂ اقتدار میں بڑے مدرسے قائم کئے اور ان کے نصاب میں اصلاح کی بھی زبردست کوشش کی الوغ بیگی زیچ کا اگرچہ نصف سے زیادہ حصہ مٹ چکا ہے پھر بھی اس کے نقش یا کی شوخی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں بھی معائنہ لکھا ہے تیسرے روز سمرقند سے بخارا ہوائی جہاز سے گئے، دونوں شہروں کا فاصلہ تقریباً تین سو کیلومیٹر ہوگا، چھوٹا جہاز تھا پھر بھی پچاس منٹ میں پہونچ گیا۔ دن کے ایک حصہ میں بخارا رہے اور سہ پہر کو سمرقند واپس آگئے، شہر کی حالت خستہ سی ہے، چونکہ کسی ریاست کا دارالحکومت نہیں ہے اس لئے حکومت کی توجہ بھی ادھر کم ہے، یہاں بھی بہت سے آثار دیکھے، الوغ بیگ کے مشہور مدرسہ کے علاوہ شیخ عبداللہ امیر بخارا اور دوسرے امراء کے مدارس بھی دیکھے، مگر یہ سب مدرسے اُجڑے ہوئے ہیں، سب سے بڑی جامع مسجد جس کو پہلے قتیبہ بن مسلم نے لکڑیوں سے بنایا تھا اور پھر جلا دی گئی تھی، بعد کو غالباً شیخ عبداللہ نے اس کو تعمیر کرایا تھا، دیکھنے کے قابل مسجد ہے، اِن دنوں سوویت یونین کی حکومت لاکھوں روبل خرچ کرکے بڑے پیمانے پر اس کی مرمت کرا رہی ہے، یہ مسجد بحق ادارۂ دینیہ جلد ہی واگذار ہو جائے گی، میں نے اپنی آخری تقریر میں ادھر توجہ بھی دلائی ہے۔ قریب ہی ایک دوسرا تاریخی مدرسہ ہے، اس میں مفتی ضیاء الدین صاحب کے "ادارۂ دینیہ" کی طرف سے اچھے پیمانے پر مدرسہ قائم ہے۔ ان دنوں مدرسہ میں تعطیلِ کلاں تھی، بخارا کے موجودہ آثارِ تاریخی میں قابلِ دید عمارت ابوبکر سامانی کے مقبرے کی ہے۔ اینٹوں کی عجیب و غریب سنگین عمارت ہے، اس کے قریب ہی چشمۂ ایوب ہے، یہاں ابو ایوب سختیانیؒ استاذ امام بخاریؒ کی قبر ہے۔ ساتھ ہی ایک چشمہ ابل رہا ہے، بخارا سے بیس پچیس کیلومیٹر پر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کا مزار ہے۔ مگر ادھر کی سڑک ٹھیک نہیں تھی، زیرِ مرمت تھی اور ہمارے پاس وقت بھی نہیں تھا، اس وجہ سے وہاں حاضری نہ ہو سکی تاہم معلوم ہوا ہے کہ مزار کی عمارتیں اب اچھی حالت میں ہیں، ہم لوگ شام کو سمرقند واپس آگئے اور رات کے وقت پا پیادہ سیر کی، کہیں کہیں لوگ ہمیں حیرت و استعجاب سے دیکھتے تھے، سمرقند میں نہر کے کنارے اور شہر سے دور باغ میں نفیس دعوتیں ہوئیں، ۱۲ کی صبح کو ہم لوگ دوشنبہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

دوشنبہ تاجکستان کی راجدھانی ہے اور بالکل جدید طریقہ پر آباد کیا گیا ہے۔ اعلیٰ درجہ کی چوڑی سڑکیں شاداب باغ شہر کی رونق کو دوبالا کر رہے ہیں، یہاں چھوٹی نہروں کے علاوہ دو بڑی اور تیز بہنے والی نہریں ہیں، نہر وخش اور نہر دوشنبہ، نہر وخش کچھ فاصلے سے اور نہر دوشنبہ پورے شہر میں جاری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے دوشنبہ کا ہوٹل بھی، تاشقند کے ہوٹل سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ اس ہوٹل کا نام غالباً ہوٹل وخش ہے۔

دوشنبہ کا جدید نام استالن آباد تھا، اب پھر وہی پرانا نام رکھ دیا گیا ہے۔ آب و ہوا کے لحاظ سے یہ مقام شاید سب سے عمدہ ہے، یا کم سے کم ہلکی خنکی کے اعتبار سے نمایاں ہے۔ یہاں ہم نے جدید چیزیں زیادہ دیکھیں اور نہر کے کنارے پر تفریح بھی خوب کی، دوشنبہ کے ہوائی اڈے سے ہم لوگ سیدھے مولانا محمد یعقوب چرخی کے مزار پر گئے، یہ وہی مولانا محمد یعقوبؒ ہیں جن کی روایات آپ نے تفسیر کی کتابوں میں پڑھی ہیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحؒ تو تفسیر عزیزی میں زیادہ روایتیں انہی سے لیتے ہیں ان کے مزار کے متصل ایک وسیع مسجد بھی ہے۔ ہم نے ظہر اور عصر کی نمازیں یہیں پڑھیں، زار کے زمانے میں دوشنبہ ایک ویرانہ تھا، آج گلزار اور سبزہ زار بنا ہوا ہے، یہاں بڑے بڑے کارخانے بھی ہیں۔ سوتی کپڑے کا ایک بڑا ال ہم نے بھی دیکھا، اس کا تعلق بس دیکھنے سے ہے، یہاں بچوں کی تربیت کا ایک عظیم الشان اور لاثانی مرکز بھی ہے۔ "معہد تربیۃ الاطفال" اس میں ایک ہزار بچے، بغرض تعلیم و تربیت رکھے جاتے ہیں، مرکز کی ہیڈ چالیس سالہ مسلم خاتون ہیں جنہوں نے بکمالِ خندہ پیشانی ہمیں مرکز کے بڑے حصے کی سیر کرائی اور اس کی خصوصیتیں بتائیں —— یہ مرکز ایک وسیع و عریض باغ میں ہے جس میں ہر قسم کے فواکہ کثرت سے پیدا ہوتے ہیں، پورے باغ کے مالی اور نگہبان بچے ہی ہیں۔ اور باغ کے تمام پھل بھی ان ہی کے لئے ہیں، اس مرکز کو دیکھ کر روح میں بالیدگی اور آنکھوں میں روشنی آ گئی، اس کا انتظام بھی عجیب ہے، لائق دید، تفصیل زبانی بتاؤں گا۔ اس شہر میں "کتبہ فردوس" کے نام سے ایک عظیم لائبریری ہے، اس لائبریری میں کم سے کم ساڑھے سات لاکھ کتابیں ہیں، عمارت بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ہم نے یہاں عربی کی بعض نایاب قلمی کتابیں دیکھیں، حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی قلمی کتابیں بڑی بڑی رقمیں دے کر خریدی جاتی ہیں، ۲۳ تاریخ کا جمعہ بھی ہم نے اسی شہر کی دوسری مسجد کلاں میں پڑھا، اس کے امام مولانا سید عبداللہ جان ہیں جو ادارہ دینیہ" کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف سے قاضی بھی ہیں، فہیم اور خلیق عالم ہیں، جمعہ کی نماز ہزاروں نمازیوں کو میں نے پڑھائی اور نماز کے بعد یا شاید پہلے فارسی میں مختصر تقریر بھی کی، لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا، مصافحوں کا منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، فوٹو گرافر ہر جگہ ساتھ رہے چنانچہ یہاں بھی بہت سے فوٹو لئے گئے۔ ہندوستان کی بات تو دوسری ہے مگر یہاں آکر مشرب میں توسع ہوگیا جو غالباً ناگزیر تھا یہاں کے ایک فوٹو میں چوغے کے لباس میں ہوں اور ٹوپی بھی وہیں کی اوڑھ رکھی ہے، اسی روز شام کو "بستانِ نویسندگان" میں نہر کے کنارے تفریح کا پروگرام تھا۔ یہ پروگرام ہمارے تفریحی پروگراموں میں سب سے زیادہ دل آویز رہا، عصر، مغرب، عشا تینوں نمازیں یہیں پڑھیں یہ دوشنبہ سے پچیس ۲۵ تیس ۳۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر پہاڑوں کے بیچ میں ایک شاداب اور پرفضا مقام ہے، یہاں نہر کا پاٹ بھی خوب چوڑا ہے اور پانی بہت تیزی سے بہتا ہے پانی اتنا شفاف تھا کہ "الماء کاللجین" کی ترکیب سامنے آگئی۔ کھانا، پھل، چائے کبود اور چائے اسود ہر چیز سلیقے سے سجی ہوئی رکھی تھی، بہترین لکڑی کا کھلا ہوا مکان تھا جس سے نہر کا تیز رفتار پانی ٹکرا ٹکرا کر دوڑ رہا تھا متعدد ادیب اور شاعر بھی شریک محفل تھے، بہت سے مشہور لکھنے اور کہنے والے اسی علاقے میں رہتے ہیں، میں نے "آبِ رواں" کے ساتھ "سبزہ جواں" کی ترکیب استعمال کی تو ایک ادیب جن کا نام اس وقت ذہن میں نہیں رہا پھڑک اٹھے فضا کی مناسبت سے حافظ خسرو، عرفی، فیضی، غالب، شریف خاں شیرازی، آتشی قندھاری اور نظیری وغیرہ کے بہت سے اشعار بھی یاد آگئے، غرضکہ یہ محفل بڑی ہی لطیف، سُبک، اور پُر مسرت رہی۔ ۲۴ کو ہم لوگ پھر تاشقند واپس آگئے اور جیسا کہ لکھ چکا ہوں، دس بجے شب میں لینن گراڈ کے لئے روانہ ہوگئے ـــــ امام سید عبد اللہ صاحب کی طرف سے سلام مسنون! موصوف بہت اچھے رفیقِ سفر ثابت ہوئے، ہر طرح کا خیال رکھتے ہیں۔

لینن گراڈ جیسے تاریخی شہر کے حالات اور خصوصیات کا بیان خط میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے اب تک ایسا نفیس خوبصورت اور باضابطہ شہر نہیں دیکھا تھا لینن گراڈ میں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی مسجد ہے، مگر عالی شان ہے۔ اس کی تعمیر سلطان ترکی نے کرائی تھی۔ ایک وقت کی نماز یہاں بھی پڑھی اور چند جیلے بھی کہے۔ امام جامع مسجد مولانا عبدالباری صاحب جو ایک زندہ دل اور شگفتہ مزاج عالمِ دین ہیں ہم نے ظہر کی نماز کے بعد کھانا انہی کے یہاں کھایا ان کی اہلیہ، لڑکیاں سب یورپین لباس میں تھیں سب نے مل کر ہماری خوب خوب مدارات کی۔ ان کی ایک لڑکی دوشنبہ یونیورسٹی میں عربی کی لکچرار ہے۔ ان دنوں چھٹیوں میں گھر آئی ہوئی تھی۔ اس سے عربی میں کھل کر باتیں ہوئیں میرے ساتھ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" کے تین نسخے تھے۔ ایک نسخہ مفتی صاحب کو اور دوسرا مولانا سید عبداللہ جان قاضی دوشنبہ کو دے چکا تھا تیسرا یہاں مولانا عبدالباری کو دیدیا۔ ایک نسخہ اور ہوتا تو ماسکو کی مسجد کے امام صاحب مولانا احمد جان صاحب کو دیتا۔ مولانا وسیع النظر عالم ہیں، تقریر بھی خوب کرتے ہیں۔

لینن گراڈ کی خصوصیات کا خلاصہ کن لفظوں میں آپ کے سامنے رکھوں۔ اشارہ بھی کروں تو کن چیزوں کی طرف۔ ہمارے میزبانوں نے پروگرام خوب سوچ سمجھ کر ایسا بنایا ہے کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اہم چیزیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

یہ شہر "سوویت یونین" کا قدیم دارالسلطنت ہے اور بانیٔ انقلاب لینن کی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز، چنانچہ بازاروں میں گھومنے کے بجائے ہم نے بہت سا وقت تاریخی مقامات دیکھنے پر ہی صرف کیا۔ سب سے پہلے زارِ روس کا سردیوں کا محل دیکھنے گئے۔ ان دنوں یہ محل ایک عجائب خانہ کی شکل میں ہے۔ حکومت نے اس بے مثال اور لاجواب محل کی ایک ایک چیز کو تاریخی اہمیت اور درسِ عبرت کے طور پر محفوظ کردیا ہے۔ قصر کے سیکڑوں کمروں اور لق ودق ہالوں میں زاروں کی عیش کوشیوں کا کروڑوں بلکہ اربوں روپے کا سامان لگا ہوا ہے اور دیکھنے والوں کو عیش پرستی کے انجامِ بد کی خبر دے رہا ہے۔ ایک مہذب خاتون نے ہمیں اس عجائب خانے کی تمام قابلِ دید چیزیں دکھائیں۔ میں نے تو ہر چیز عبرت ہی کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کی۔ یہ کروڑوں روپیہ جو قیصروں کے اندھے تعیش اور بہری ہوس پرستی پر خرچ ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا اب عوام کی زندگی اور خوشحالی کی ضرورتوں پر صرف ہو رہا ہے اور یہ بات ایسی نہیں جس کو اوپری کانوں سے صرف سُن لیا جائے۔ بے شبہ یہ سبق لینے کی بات ہے۔

قصر شتائی کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نے "کنیسہ اسحاق" دیکھا۔ یہ کنیسہ زار اول نے تعمیر کرایا تھا۔ دیکھنے کے لائق عمارت ہے اور یوں بھی مقدس ترین کنیسہ سمجھا جاتا ہے۔ وسط شہر میں نہر نیفا اپنی تمام وسعتوں، رعنائیوں اور جولانیوں کے ساتھ بہتی ہے اور اکثر بڑی بڑی عمارتیں اسی کے کنارے پر ہیں، میں نے لینن گراڈ میں ایک شخص کو بھی فٹ پاتھ سے علیحدہ ہو کر چلتے نہیں دیکھا کسی کو راستے میں کھاتا ہوا اور تھوکتا ہوا بھی نہیں دیکھا۔ شہر کی سڑکیں نہایت صاف ستھری اور عمارتیں بہت ہی باقاعدہ بنی ہوئی ہیں۔ جن میں فن تعمیر کا کمال اور خوبصورتی پوری طرح جلوہ گر ہے "نیفا" اور اس کی شاخوں نے شہر کے حسن کو اور بھی نکھار دیا ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے گذشتہ جنگ عظیم کے آخری دنوں میں اس شہر کے باشندوں کی مدافعت نے تاریخی اہمیت حاصل کر لی تھی اور سٹیلن کے حملہ کے بعد دہلی میں جو پہلی پبلک تقریر ہوئی تھی اس میں لینن گراڈ کے اسٹ ڈیفنس اور اس کے باشندوں کے عزم و حوصلہ کا خاص طور پر ذکر کیا تھا۔ اس لئے اُس خاص مقام کو دیکھنے کا یوں بھی اشتیاق تھا۔ جہاں اشتراکی فوجیں فولاد کی دیوار بن کر کھڑی ہو گئی تھیں اور انھوں نے جرمن فوجوں کو اس جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھنے دیا تھا۔ یہ مقام شہر کے بالکل قریب چند کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے، یہاں پتھر کا ایک ستون کھڑا ہے جس میں جدید دُنیا کی تاریخ کے اس سب سے بڑے ڈیفنس اور دفاع کی ضروری تفصیل مندرج ہے، ہم لوگ دیر تک اِس جگہ بیٹھے رہے اور شیخ محمد یوسف جو ادارہ دینیہ "تاشقند" کے خاص کارکن اور "جامعہ ازہر" کے فاضل ہیں۔ مجھے ہٹلر کی فوجوں کے محاصرے اور اشتراکی فوجوں کی قوتِ صبر و برداشت کے واقعات سُناتے رہے شیخ موصوف پورے سفر میں آخر تک ہمارے ساتھ رہے۔ ان سے عربی میں ہر طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔ اگر یہ ساتھ نہ ہوتے تو سفر کا لطف پھیکا ہو جاتا۔ ازبکی اُن کی مادری زبان ہے اور رُوسی تقریباً مادری عربی بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے تکلف اور زناٹے سے بولتے ہیں۔ بقدرِ ضرورت فارسی بھی جانتے ہیں ۔اشتراکی فوجوں کی سرفروشی، صبر و استقلال اور شجاعت و بسالت کے حالات سُن کر قلب میں ایک خاص طرح کی خلش اور کسک پیدا ہوتی تھی اور رہ رہ کر خیال آتا تھا کاش وطن کی آبرو، اور آزادی کی حفاظت کا یہ جذبہ بے پناہ خدا اور آخرت پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں بھی اپنے مذہب ایمان کی عزت بچانے کے لئے اس سے بڑھ کر نہیں تو اتنا ہی ہوتا۔ لینن گراڈ تقریباً تین سال تک ہٹلر فوجوں کے محاصرے میں رہا اور اس طویل مدت میں شہر کی عام آبادی جن مصائب و آلام کا شکار ہوئی اُس کا بیان لفظوں میں نہیں ہوسکتا۔ دن میں کئی کئی بار بمباریاں ہوتی تھیں اور پورا شہر جہنم کا نمونہ بن جاتا تھا۔ مگر جیسے ہی ہوائی حملہ رُکتا ہر شخص اپنے کام پر لگ جاتا۔ کارخانوں میں کام ہونے لگتا، دفاتر کھل جاتے، سڑکیں صاف ہونے لگتیں، اور مردوں سے زیادہ عورتیں یہ خدمت انجام دیتیں ہمیں بتایا گیا کہ تین سال کی طویل مدت کے محاصرے اور ہوائی حملوں کے نتیجے میں کم سے کم تین لاکھ انسانوں کی جانیں گئیں۔ ان میں ایک بھاری تعداد اُن کی تھی جن کی موت مسلسل فاقوں کی وجہ سے ہوئی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر عوام کے حوصلے پست نہیں ہوئے اور وہ انتہائی بے جگری سے اُن مصیبتوں کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ "نہر نیفا" اُن کی زندگی کا پیغام اس عنوان سے لائی کہ تیسرے سال کی سردیوں کی شدت میں اُس کا پانی معمولی سے زیادہ جم گیا اور اشتراکی فوجوں کے ایک قلیل حصے نے برف کی اس سڑک کے ذریعے ماسکو سے رابطہ قائم کر لیا اس جمے ہوئے پانی پر بھی جرمن بمباروں نے بے تحاشا بمباری کی اور برف کی چٹانیں پگھل پگھل کر بہنے لگیں اس طرح اشتراکی فوجوں کا بہت کچھ جانی نقصان بھی ہوا مگر ماسکو سے فوج کے جس حصے کا تعلق قائم ہو چکا تھا جرمن فوجیں اُس کو توڑ نہیں سکیں۔

لینن گراڈ کے محاذ پر نازی اور سرخ فوجوں کے تاریخی مقابلے اور قوت آزمائی کی تفصیل ۱۹۴۳ء کے ہندوستانی اخباروں میں بھی موجود ہے۔ خط میں اس سے زیادہ کیا لکھوں یہ مقام دیکھ کر قیام گاہ "یورپ ہوٹل" واپس آیا تو بہت دیر تک دماغ میں ان واقعات و حالات کا تصور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جما رہا اور بار بار یہی خیال ہوا کہ ہمت، ارادے کی پختگی، موت سے بے خوفی، ڈسپلن اور اعلیٰ تربیت کے سامنے عسکری طاقت کی ہولناکی اور قہرمانی کس طرح بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہے۔

اس ہوٹل میں آزادی سے پہلے کے ایک انگریز گورنر سے اتفاقی طور پر ملاقات ہو گئی۔ ان کا نام امام صاحب کی کاپی میں لکھا ہوا ہے مجھے اس وقت یاد نہیں رہا۔ گورنر صاحب نے ہمیں دیکھا تو بڑے تپاک سے ملے اور اچھی خاصی اُردو میں باتیں کیں۔ کہتے تھے میں صوبۂ سرحد میں گورنر رہا ہوں تقسیم کے وقت حکومت ہند کا ڈیفنس سکریٹری تھا اور سکندر مرزا میرے نیچے کام کرتے تھے۔ یہ انگریز افسر تقسیم ہند کے نتائج اور خاص طور پر اُس وقت دہلی کے پُرانے قلعے میں مسلمانوں کی جو حالت تھی اُس پر دیر تک باتیں کرتا رہا۔ خیال تھا اس سے دوبارہ اطمینان سے ملیں گے مگر نوبت نہ آئی۔ انگریز گورنر کو اس بے تکلفی اور سادگی میں دیکھ کر زمانے کے انقلاب کی تصویر آنکھوں میں گھومنے لگی۔ دوسرے روز ہم وقت کے پہلے حصے میں شہر کے سب سے زیادہ اثر انگیز اور سبق آموز مقام پر گئے یہاں جگہ خاص شہر سے چند کیلو میٹر پر ہے۔ اس کا نام .... PISKAROVSKY یعنی مقبرۃ الشہداء ہے۔ یہ وطن کے اُن تین لاکھ سپوتوں کا مدفن ہے جنہوں نے وطن کی حفاظت پر جانِ عزیز قربان کر دی اور اپنی زندگی کو اہلِ وطن کے لئے نمونہ بنا گئے۔ جیسے ہی ہم کاروں سے اُترے عجائب خانے کے کارکن مصافحے کے لئے آگے بڑھے۔ اور پہلے ہمیں میوزیم میں لے گئے۔ یہ میوزیم بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ اس میں لینن گراڈ کے دفاع اور اشتراکی فوج کے کارناموں کو بڑے سلیقہ سے دکھایا گیا ہے۔ ہم لوگ دیر تک میوزیم کے ایک ایک نقشے اور ایک ایک تصویر کو غور سے دیکھتے رہے۔ بہر حال اس سازوسامان کو دیکھ کر جنگ کے دنوں کے لینن گراڈ اور اس کے باشندوں کے حوصلوں اور ناقابلِ شکست عزم کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ کسی وقت عسکری طاقت کم بھی ہو تو اس کمزوری کی تلافی ملک کے عام رہنے والے کس طرح کر سکتے ہیں۔

میوزیم کی سیر کے بعد ہم قبروں کے چبوتروں کے قریب سے گزرے۔ قبروں کے ان چبوترو ں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو بہترین سبزہ زاروں کی شکل دے دی گئی ہے۔ بیچ کا راستہ گلاب کے اعلیٰ درجے کے سُرخ پھولوں سے لدا ہوا ہے۔ چبوتروں کی روش پر آ ترنے سے پہلے سیڑھیوں کے قریب ہی زمین کے نیچے کی سطح پر آگ روشن ہے۔ یہ آگ کسی وقت نہیں بجھتی۔ اس کو گیس سے روشن رکھا جاتا ہے اور اس کی سُرخی کو دیکھ کر دماغ ایک خاص طرح کا اثر لیتا ہے۔ چبوتروں اور بڑی بڑی روشوں سے گزر کر ہم لوگ ایک پرہیبت مجسمے کے قریب پہنچے۔ یہ مادرِ وطن کا مجسمہ ہے جس کے آس پاس کی دیواروں پر مختلف تحریریں ہیں۔ ان کتبوں کا ترجمہ مجھے شیخ محمد یوسف نے سُنایا۔ مادرِ وطن نے وطن کی عزت پر قربان ہونے والے اپنے بچوں کے جانبازانہ کارناموں کو بڑے ہی رقت انگیز پیرایہ میں سراہا ہے۔ ان تحریروں کو پڑھ کر فرزندانِ روس کے حوصلے بڑھنے ہی چاہئیں۔

سہ پہر کو ایک دوسرا بڑا عجائب خانہ دیکھا جو لینن کے عجائب خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو دیکھ کر لینن کی شخصیت کی تمام خانگی، انفرادی اور اجتماعی گوشے سامنے آجاتے ہیں۔

تیسرے دن صبح کو زار کا گرمیوں کا محل دیکھنے گئے۔ یہ محل شہر سے ۳۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ محل ایک نہایت پُرفضا اور طویل و عریض باغ میں ہے۔ خلیج بالٹک کے کنارے پر قصر کے محل و توسع کے حُسن کی باریکیاں آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ نوکِ قلم ان لطافتوں اور باریکیوں کو تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ یہاں بھی ایک خاتون گائڈ نے ہمیں باغ اور محل کے ضروری حصّوں کی سیر کرائی اور ہر چیز کی مختصر تاریخ بھی بتائی گئی۔ شیخ محمد یوسف مجھے سب باتیں عربی میں سمجھاتے رہے۔ یہ محل تین سال تک جرمن فوجوں کے قبضہ و تصرف میں رہا تھا جس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ جب یہ فوجیں واپس ہوئیں تو محل کے بڑے حصّے کو برباد کر گئیں۔ سوویت یونین کے کارفرماؤں نے ان تمام برباد شدہ عمارتوں اور اشیاء کو ٹھیک ٹھیک پہلے نمونے پر بنوا دیا۔ اور یہ کام کچھ اس انداز سے کیا گیا کہ نقشِ اوّل اور نقشِ ثانی میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ وقت کی قلت اور مقام کی وُسعت کی وجہ سے ہم اس باغ اور محل کے تمام حصّوں کو نہیں دیکھ سکے۔ پھر بھی بہت کچھ دیکھا اور خوب دیکھا۔ اس محل کی تاریخ سے متعلق ایک کتاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خریدی ہے۔

دوسری خصوصیتوں کے علاوہ اس محل کی سب سے بڑی خصوصیت اس کے عجیب و غریب بلکہ ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والے فوارے ہیں۔ ان سنہرے اور نفیس فواروں کی تعداد ایک سو پچاس کے قریب ہوگی۔ ہر فوارے کی بجوگی دیکھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے ـــ آج ہم خوب تھک گئے ہیں اور بہت دیر تک آرام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر نظام الاوقات کے جرس کی فریاد یہی ہے کہ "بربندید محملہا" چنانچہ ہم نے اس جرس کی فریاد سنی اور تھوڑا سا آرام کرکے زمین دوز ریلیں دیکھنے چلے گئے۔ فولاد کے برقی زینوں سے پھسل کر ایک زمین دوز اسٹیشن پر پہنچے اور کئی میل کی سیر کی۔ متعدد اسٹیشنوں پر بھی اترے، ہر اسٹیشن اپنے اپنے رنگ میں دیدہ زیب، اعلیٰ اور شاندار ہے۔ عمارتوں کے نقش و نگار میں لینن کی شخصیت اور اشتراکی پروپیگنڈے کی بھی خوب خوب نمائش کی گئی ہے لینن گراڈ میں کم سے کم تیس زمین دوز اسٹیشن ہیں۔ ہر منٹ یا دوسرے منٹ پر ٹرین آتی ہے۔ ٹرین کے ڈبے نہایت سبک اور خوبصورت ہیں۔ ریل کی یہ تفریح خاصی دلچسپ رہی اس لئے بھی کہ اس کو دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا۔

تین روز تک لینن گراڈ کی سیر و سیاحت کے بعد رات کے دس بجے کی ٹرین سے ماسکو کے لئے روانہ ہوگئے۔ ہمارے پروگرام میں ریل کا سفر ایک ہی تھا ورنہ ہر جگہ ہوائی جہازوں سے آئے گئے۔ ریل کے سفر کا پروگرام اس لئے رکھا گیا تھا کہ "سوویت یونین" میں ریلوں کے سفر کی نوعیت کا مشاہدہ ہو سکے۔ ؎

؎ ہم نے یہ سفر ریل ٹرین میں کیا۔ ٹرین کی سبک گامی اور تیز رفتاری کا کیا کہنا۔ گیلری میں اچھی قسم کے قالین بچھے ہوئے تھے۔ برتھ بھی آرام دہ تھی۔ اعلیٰ قسم کا لگا لگایا بستر بہترین نرم و گرم کمبل اور دوسرا ساز و سامان استراحت ـــ ہر دو آدمیوں کے ایک کیبن میں ریڈیو بھی فٹ تھا۔ اسباب بنچوں کے نیچے نہیں بلکہ بڑے سلیقہ سے سامنے کی ایک کوٹھی میں رکھا جاتا ہے۔ یہ کوٹھی ہر کیبن کے ساتھ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا کہ لکھ چکا ہوں لینن گراڈ اور ماسکو کا فاصلہ آٹھ سو کیلو میٹر کے قریب ہے ہم رات کے دس بجے ٹرین پر سوار ہوئے اور صبح سات بجے ماسکو پہنچ گئے ہیں۔ ماسکو کا ایک اسٹیشن لینن گراڈ ہے۔ ہم اسی اسٹیشن پر اترے اور قریب ہی کے ایک ہوٹل میں کہ اس کا نام بھی لینن گراڈ ہوٹل ہے قیام کیا۔ اس ہوٹل کی اکیس منزلیں ہیں اور یہ ماسکو کے بڑے ہوٹلوں میں ایک ہے۔ ہماری قیام گاہ خاص طور پر وسیع اور نفیس ہے۔ اس میں چار بہترین فرنشڈ کمرے ہیں جن میں اعلیٰ درجے کے قالین بچھے ہوئے ہیں۔ صوفے بھی اعلیٰ قسم کے ہیں۔ پیانو، ریڈیو، ٹیلی ویژن سب ہی چیزیں لگی ہوئی ہیں۔ ماسکو کی سیر کی تفصیل اب اس خط میں نہیں آسکے گی خط طویل ہو گیا ہے اور اس شہر کی خصوصیتوں کا مطالبہ ہے کہ ان پر اطمینان سے لکھا جائے۔ اس وقت صرف چند چیزوں اور مقامات کی نشان دہی کرتا ہوں۔

شہر کی آبادی کم سے کم ساٹھ لاکھ ہے۔ ماسکو لینن گراڈ سے ایک تہائی زیادہ بڑا ہوگا۔ لینن گراڈ کی آبادی چالیس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے وقت صرف دس لاکھ تھی جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ ہوائی حملوں اور فاقوں سے شہر کی ایک تہائی آبادی ختم ہوگئی تھی۔ میری رائے میں لینن گراڈ کے رہنے والوں نے ملک کے لئے بے مثال قربانی دی ہے۔ ماسکو پہنچ کر سب سے پہلے نمائش کی سیر کو نکلے۔ یہ نمائش وقتی نہیں دائمی اور مستقل ہے۔ اور اس میں سوویت یونین کی تمام ریاستوں کی مصنوعات بڑے اہتمام اور شان سے سجائی گئی ہیں۔ ہر ایک ریاست کا جدا اسٹال ہے۔ نمائش کی وسعت کا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔ ہم لوگ خاص اجازت سے موٹروں میں گھومے اور کئی گھنٹے تک گھومے۔ پھر بھی اس کا ایک حصہ ہی دیکھ سکے۔ ہندوستان کی تاریخی نمائش ہمارے ماسکو پہونچنے سے چار روز پہلے ختم ہوگئی تھی۔ اس لئے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نمائش کی تقریب سے بہت سے ہموطنوں سے ملاقات ہوئی۔ ہندوستانی نمائش کی یہاں خوب شہرت ہے اور مصنوعاتِ ہند کو روسیوں نے بہت پسند کیا ہے۔

ہم ۲۸ اگست کی صبح کو یہاں پہنچے تھے، ۲۸ کو نمائش دیکھی اور ۲۹ کو "ادارۃ الصدافتہ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئے۔ دوسرے ملکوں کے عوام و خواص سے دوستانہ روابط مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے یہ ایک اہم اور مشہور ادارہ ہے، اس کی شاخیں تمام ریاستوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تاشقند، سمرقند اور دوشنبہ میں بھی ان اداروں میں جانا ہوا تھا۔ ماسکو کا "ادارہ الصداقتہ" شہر کی بہت ہی نفیس اور عالیشان عمارت میں ہے، ہمارے صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن جب "سوویت یونین" میں ہندوستان کے سفیر تھے۔ اسی مکان میں رہتے تھے اور سفارت کا دفتر بھی یہیں تھا۔ "ادارہ الصداقتہ" میں ہمیں باضابطہ مدعو کیا گیا تھا اور بہت سے صحافی اور اربابِ علم و ادب ہم سے ملاقات کے لیے یہاں آئے تھے۔ دونوں ملکوں کے تعلقات اور دوسرے سماجی اور ثقافتی مسائل پر یہاں بہت دیر تک بے تکلفانہ باتیں ہوتی رہیں۔ ایک نوجوان روسی نے جن سے ایک دفعہ دلی ہی میں ہماری ملاقات ہوئی تھی اردو زبان میں ہمارا استقبال کیا اور ادارے کے بعض دوسرے عہدیداروں نے روسی میں ——— میں نے اُردو میں ان تقریروں کا جواب دیا۔ اور اسی نوجوان نے میری تقریروں کا روسی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ پُرلطف اجتماع کافی دیر تک رہا۔ شام کو ہم نے یہاں کی میٹرو (زمین دوز ریلوں) کی سیر کی، کہتے ہیں ماسکو جیسی زمین دوز ریلیں ساری دنیا میں نہیں ہیں۔ ان ریلوں کے کم و بیش نوّے ۹۰ اسٹیشن ہیں اور ہر اسٹیشن پر رونق ہے۔ ۳۰ کو ہم ماسکو یونیورسٹی دیکھنے گئے۔ اس یونیورسٹی کی شہرت پہلے بھی سُنی تھی۔ اب دیکھنے کا موقع مل گیا۔ یونیورسٹی کی وسیع اور سنگین عمارت ایک پہاڑی پر ہے اس وجہ سے اس کی خوبصورتی اور دل رُبائی میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ ماسکو یونیورسٹی کا شمار دنیا کی مشہور ترین یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔ اس کی ایک ایک چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ہم نے یہاں کئی گھنٹے صرف کئے مگر یونیورسٹی کا دسواں حصہ بھی نہ دیکھ سکے۔ اندازہ یہ ہوا کہ اس کے تمام شعبوں کو سرسری طور پر بھی دیکھنے کے لئے کم سے کم ایک ہفتہ کی ضرورت ہے۔ ہم نے چند گھنٹوں میں یہاں جو کچھ دیکھا اس کے بیان کے لئے بھی ایک دفتر چاہیے۔ یونیورسٹی کا میوزیم بھی کئی منزلوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اس میں عجیب عجیب چیزیں دیکھیں۔ شہاب ثاقب کا اکتالیس کیلو وزن کا ایک ٹکڑا بھی دیکھا۔ یونیورسٹی کی عمارت اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے بھی دل آویز ہے۔ وسیع و عریض سبزہ زاروں اور فصیلوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سامنے نہر ماسکو بہہ رہی ہے۔ اور یہاں سے پورا شہر ایک کٹورے کی شکل میں نظر آتا ہے۔

لینن گراڈ کی طرح ماسکو میں بھی ایک مسجد ہے۔ مگر لینن گراڈ کی مسجد اس سے عالیشان ہے۔ آج جمعہ کی نماز ہم نے اسی مسجد میں پڑھی۔ مرد، عورتیں ملا کر نمازیوں کی تعداد کئی ہزار تھی۔ نماز سے پہلے میری تقریر ہوئی جس کا روسی ترجمہ ایک اشتراکی نوجوان نے کیا۔ یہ نوجوان اُردو سے زیادہ ہندی جانتا ہے۔ اس لئے اصرار کرتا رہا کہ ہلکی پھلکی زبان میں آہستہ آہستہ تقریر کیجئے۔ اس کا خیال رکھا گیا۔ خط میں تقریر کا خلاصہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ ایک طرف وہ ملک کی معاشی اور سماجی زندگی میں زیادہ سے زیادہ دخیل ہونے کی کوشش کریں اور دوسری طرف اپنے مذہبی عقائد پر مضبوطی سے جمے رہیں۔ بوڑھوں کا فرض ہے کہ نوجوانوں اور بچوں کو مذہب کی ضرورت اور عظمت سے روشناس کرائیں۔ جمعہ کی نماز میں نے ہی پڑھائی۔ نمازی قرأت سے کافی متاثر ہوئے۔ نماز کے بعد امام مسجد مولانا احمد جان صاحب کے یہاں کھانا کھایا۔ کھانے میں بہت سے حضرات شریک تھے، یہ مجلس بھی دلچسپ رہی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عراق میں نوروز

از قلم گوہر بار مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی

بغداد کی عالمی اسلامی کانفرنس "موتمر علماء المسلمین" میں شرکت کے لئے ۱۰ فروری ۷۵ء کی صبح کو دہلی سے عراق ایرویز سے روانگی ہوئی، راستے میں ۴۵ منٹ کے لئے بحرین ٹھہرا اور اس طرح چھ گھنٹے سے کم میں یہ سفر طے ہوگیا، مہمانوں کے خیر مقدم کے لئے ہوائی اڈہ پر معقول انتظام تھا، اسی وقت ابوذہبی کا وفد بھی پہونچا تھا اور کچھ دوسرے اصحاب بھی، عرب ممالک کے بہت سے وفود پہلے ہی پہونچ چکے تھے "شارع سعدون" بغداد کی اہم اور مشہور سڑک ہے۔ مندوبین کی بڑی تعداد کے قیام کا انتظام اسی سڑک کے اول درجے کے ہوٹلوں میں تھا، ابوذہبی، یمن، بنگلہ دیش اور ہندوستانی مندوبین "ہوٹل خیام" میں ٹھہرائے گئے، اسی روز شب میں دیوان رئاسۃ الاوقاف کے صدر شیخ نافع قاسم قیام گاہ پر تشریف لائے اور بڑے ہی خلوص اور تپاک سے معانقہ کیا۔ دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ گزشتہ اگست میں دورۂ سمرقند و ماسکو کے موقع پر موصوف سے ماسکو میں ملاقات ہوئی تھی اور اسی وقت معلوم ہوگیا تھا کہ ہندوستان سے جن علماء کو بلایا گیا ہے ان میں میرا نام بھی شامل ہے بلکہ شیخ قاسم نے اصرار کے ساتھ فرمایا تھا کہ تمھیں "بغداد کانفرنس" میں ضرور آنا ہے، ضابطے کا دعوت نامہ جلد پہونچے گا، اس طرح گویا حقیقی دعوت نامہ ماسکو ہی میں مل گیا تھا لیکن یہ اگست کی بات تھی اور اب اتنا وقفہ ہوگیا تھا کہ اجلاس کے التوا کا خیال ہونے لگا تھا۔ اِدھر عمر کے تقاضے اور اضمحلال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی وجہ سے اب کسی طویل اور اہم سفر کی ہمت نہیں ہوتی۔ امام بخاری کے بارہ سو سالہ جشن ولادت کی تقریب میں مولانا سعید احمد صاحب رفیقِ سفر تھے اس لیے وہ طویل سفر سبک ہو گیا تھا، مولانا کی رفاقت میں یوں بھی بے فکری رہتی ہے کہ مقالات، مذاکرات اور مجالس کی ذمہ داریوں کو قابلیت سے انجام دیتے ہیں۔ اجتماع کی تاریخیں پہلے ۱۰ر سے ۲۲ر فروری تک رکھی گئی تھیں، دوسری اطلاع میں یہ تاریخیں ۱۳ر سے ۱۸ر فروری تک کر دی گئیں۔

۱۰ر فروری کی شام سے ۱۳ر فروری تک کا وقت فارغ تھا، خیال ہوا کہ اس فرصت سے فائدہ اٹھایا جائے، کانفرنس کے دوران بندھے ہوئے پروگرام کے علاوہ کہیں آنا جانا دشوار ہوگا چنانچہ شدید سردی کے باوجود اپنے مقامی رفیق کے ساتھ سب سے پہلے جامعہ مستنصریہ کی ہلکی اور اجمالی سیر کی، رات ہو گئی تھی اور وقت بھی کم تھا اس لیے اس عظیم الشان یونیورسٹی کی جو عراق کی جدید ترین لاجواب یونیورسٹی ہے، تفصیلی سیر نہ ہو سکی۔ یونیورسٹی کی ہر چیز لائق دید ہے، ہزارہا طلبا اور طالبات اس میں تعلیم پاتے ہیں، ہم نے مغرب کی نماز قدرے تاخیر سے یونیورسٹی کی لائبریری کے ایک حصہ میں جماعت سے پڑھی اور لائبریری کے ذمہ داروں سے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جامعہ کے سالانہ میگزین کا آٹھ سو صفحات سے زیادہ کا ایک ضخیم نمبر بھی ہمیں تحفتاً دیا گیا، اس کو پڑھ کر "جامعہ" کی خصوصیتوں اور سرگرمیوں کی ضروری تفصیل معلوم ہو جاتی ہے، کڑاکے کی سردی میں یونیورسٹی سے واپس ہوئے تو قدرتی طور پر تھکن محسوس ہوئی اور جلد آرام کرنے کو جی چاہا، عشاء کی نماز کے بعد جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے، مؤتمر کی روح اور رئاسۃ دیوان الاوقاف کے صدرِ اعلیٰ جناب نافع قاسم صاحب تشریف لے آئے، قاسم صاحب نہایت قابل، ذہین اور اعلیٰ درجے کے منتظم ہیں اور حکومت کے تمام ہی شعبوں میں ان کا غیر معمولی رسوخ ہے۔ رئیس مملکت کے معتمدِ خاص اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درستِ زاس ہیں، اُن سے باتیں کر کے تھکن میں تخفیف ہو گئی، نیند بھی خوب آئی۔

بغداد صدیوں تک اسلامی تہذیب و ثقافت اور ادب و سیاست کے دل کی دھڑکن رہا ہے، اس نے ایک زمانے میں دنیا کے بڑے حصے پر حکم رانی کی ہے، دوسرے مورخین کی زبردست کاوشوں کے علاوہ علامہ خطیب بغدادی نے متمدن دنیا کے اس لاجواب شہر کی تاریخ ۱۴ جلدوں میں لکھی ہے، خطیب کا سنہ وفات ۴۶۳ھ ہے اس لئے ان کی کتاب میں اسی سنہ تک کے واقعات آئے ہیں بعد کے واقعات تاریخ و ثقافت کی دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ خطیب کی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس سرزمین نے علوم و فنون کے کیسے کیسے امام پیدا کیے اور علم و فن کے ان محققوں اور ماہروں نے کس ولولہ و شوق سے اس دارالسلام اور عروس البلاد کا رخ کیا اور پھر یہیں آباد ہو گئے، اس لئے یہ کہنا مبالغہ سے پاک ہو گا کہ دانشوروں، مذہبی رہنماؤں، ادیبوں، شاعروں اور اربابِ صدق و صفا کا اجتماع اتنی بڑی تعداد میں کسی بھی دوسرے اسلامی شہر میں نہیں ہوا۔

جہاں تک میرا تعلق ہے بغداد کے بازاروں اور سڑکوں پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی عباسی دور کے ادیبوں اور شاعروں کے ادبی اور شاعرانہ کمالات کا نقشہ آنکھوں میں گھوم گیا۔ ابو نواس تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ ساتھ ہی ساتھ چل رہا ہے، معلوم نہیں کیوں مجھے اس موقع پر الآغانی اور الف لیلا وغیرہ کے بجائے "نفحۃ الیمن" کی حکایتیں زیادہ یاد آئیں۔ شارع ابی نواس سے جب بھی گزرہوتا دجلہ کی موجوں کو دیکھ کر عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے دربار کے سب سے بڑے بزلہ سنج شاعر ابو نواس کی تصویر سامنے آجاتی۔ رقاشی، مصعب اور ابو نواس کی طبع آزمائیاں لوحِ حافظے میں ابھر آتیں اور ۶۰ سال پہلے کی پڑھی ہوئی کتاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اوراق مصور ہو کر سامنے آجاتے۔ یہ تو میری بات تھی، مولانا سعید احمد ساتھ ہوتے تو رنگین اشعار کے دفتر کے دفتر دریائے دجلہ کی چمکتی ہوئی لہروں کی نذر کر دیتے۔

۱۱ر فروری کی دوپہر کو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حاضری دی، یہ مسجد نہایت وسیع، سادہ اور شاندار ہے، پہلے امام والا مقام کے مرقد مبارک پر حاضر ہوئے اور وقت کا ایک حصہ اسی پرسکون، باوقار اور خاموش نورانی فضا میں گزارا، یہاں آکر طبیعت کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا، امام عالی مرتبت کے مسلک کی وسعت اور گہرائی دماغ پر چھا گئی، حضرت الاستاذ علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کی تحقیقات عالیہ اور مولانا شبلی کی سیرۃ النعمان کی بہت سی باتیں یاد آگئیں، افسوس ہے کہ مراقبہ کے فن سے آشنا نہیں ہوں ورنہ یہاں مراقب ہونے کو دل چاہتا تھا، کوئی پختہ کار مراقب ساتھ ہوتا تو اس کے ہمراہ میں بھی مراقبہ کرتا اور مراقبے کی دنیا کی روحانی سیر سے لطف اندوز ہوتا، بعض محدثین کرام اور فقہائے عظام نے امام اعظم کے کچھ مسائل پر جس طرح کی بے رحمانہ یورشیں کی ہیں اس فضا میں بار بار ان کا خیال آیا اور مسلک امام کی طرف سے مدافعت کرنے کو جی چاہا۔ لیکن ان باتوں کا تعلق وقتی جذبات اور اس خاص ماحول سے تھا، خیال تھا کہ قیام بغداد کے دنوں میں یہاں بار بار حاضری ہوگی، لیکن دوبارہ موقع نہیں ملا؟ ادھر ظہر کی نماز کا وقت قریب تھا، جلد ہی مسجد آگئے، حنفی امام کی اقتدا میں نماز ادا کی اور قیام گاہ پر واپس آگئے، کھانا کھایا اور تھوڑی دیر آرام کیا۔ پروگرام کے مطابق مغرب سے قبل حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضری دی، یہ بغداد کا نہایت مشہور، مقبول اور بابرکت مقام ہے، آنے جانے والوں کا یہاں ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے، مسجد، مزار، مقبرے کا عالی شان گنبد، مسافر خانہ اور کتب خانہ تمام ہی عمارتیں شاندار اور جاذب ہیں۔ ان دنوں بڑے پیمانے پر مسجد کے مرکزی حصے کی مرمت اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صفائی ہورہی تھی اس لیئے برابر کے حصے میں نماز ہوتی ہے، اہم نے اسی حصے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد مزار پر حاضر ہوئے، یہاں عام طور پر زائرین کا وہی رنگ ہے جو اجمیر، کلیر اور دہلی وغیرہ کے زائرین کا ہے، جس وقت ہم فاتحہ پڑھ رہے تھے، ایک فوجی کو دیکھا کہ مزار کے پائنتی پر سجدہ کرکے تڑپ رہا ہے اور تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگ رہا ہے، فاتحہ سے فارغ ہوکر کتب خانہ دیکھا، یہ بہت اچھا کتب خانہ ہے جس میں حدیث، تفسیر، فقہ، تاریخ، ادب اور تصوف ہر طرح کی قدیم وجدید کتابیں موجود ہیں، وقت کی قلت کی وجہ سے کتب خانہ میں زیادہ نہ ٹھہر سکے۔ یہ بھی خیال تھا کہ دوبارہ آنا ہوہی گا مگر نہ ہوسکا۔ شارع امام اعظم، شارع جمہوریہ، شارع عبدالرشید، شارع ابی نواس اور دجلہ کے سبزہ زاروں اور پارکوں کی سیر کرتے ہوئے ہوٹل واپس آگئے، معمول کے مطابق کھانا کھایا، عشاء پڑھی اور سو گئے، رہ رہ کر یہ خلش ہورہی تھی کہ پیرانِ پیر قدس سرہٗ کی ہنگامہ خیز اور تقدس وتقویٰ میں رچی ہوئی موحدانہ مجلسوں اور مرقد مبارک پر ہونے والے ان اعمال میں کیا نسبت ہے اور ان حرکتوں کو دیکھ کر شیخ کی روحِ پاک پر کیا گذرتی ہوگی۔ بہرحال ہر ایک کو اپنا مسلک محبوب ہے اور تاویلوں کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ ۱۲ فروری کی سہ پہر کو مشہور صوفیائے کرام حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی اور بہلولِ دانا وغیرہ کے مزارات پر حاضر ہوئے، اکابرِ صوفیہ کے یہ مزارات عام قبرستان میں ہیں، قبرستان کے اسی حصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی "پیغمبر یوشع علیہ السلام" کا مزار بھی بتایا جاتا ہے یہ مزار ایک علیحدہ کمرے میں ہے، وہاں بھی حاضر ہوئے اور گرونانک جی کے اس حجرے کو بھی دیکھا جس کے متعلق مشہور ہے کہ گرو جی نے اس حجرے میں قیام کیا، ایک چھوٹے سے سادہ کمرے میں تخت پر صاف ستھری چادر بچھی ہوئی تھی اور اس پر پھول بکھرے ہوئے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان مزارات پر حاضری کے وقت قلب پر ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاص کیفیت طاری ہوئی اور ان پاک باز ہستیوں کے روحانی اور اصلاحی کارناموں کا نقشہ سامنے آگیا۔ حاضری تو رواروی میں چند ہی مزاروں پر ہو سکی لیکن ابونعیم اصفہانی کی کتاب "حلیۃ الاولیاء" اور علامہ ابن جوزی کی "صفۃ الصفوۃ" وغیرہ زیر نظر تھیں جن میں اس سرزمین کے سیکڑوں اولیاء اللہ کا تذکرہ موجود ہے اور اب ان قبروں کا نشان بھی نہیں ملتا، پروگرام کے مطابق ۱۳ فروری کی صبح کو ۱۰ بجے مؤتمر کے تمام مدعوئین کو قصر جمہوریت پہونچ کر "سجل التشریفات" میں اپنے نام درج کرانے تھے، یہ وہ رجسٹر ہوتا ہے جس پر باہر سے آنے والے معزز مہمان دستخط کرتے ہیں اور رجسٹر صدر جمہوریہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، یہ ایک اخلاقی رسم ہے جو ممتاز مہمانوں کو ادا کرنا ہوتی ہے، قصر جمہوری میں قدم رکھتے ہی ماضی کی بہت سی دل خراش اور عبرت خیز یادیں تازہ ہونے لگیں اور تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کی تفسیر اپنی عبرت انگیزیوں کے ساتھ آنکھوں میں پھر گئی قصر کی صفائی، ستھرائی، وسعت اور ظاہری رونق خوب تھی، پچاسوں موٹریں، سیکڑوں مشاہیر وقت کو وسیع و عریض محل کے صحن میں پہنچا رہی تھیں اور علمائے کرام رجسٹر پر دستخط کر کے واپس ہو رہے تھے۔ کانفرنس کے آخری دن رئیس جمہوریہ جناب احمد حسن بکر سے بہت اچھے ماحول میں قصر کے بڑے ہال میں خوشگوار ملاقات ہوئی، تھوڑی تفصیل آگے آئے گی، شام کو ٹھیک ½ ۶ بجے اجلاس کی باضابطہ کارروائی شروع ہوئی، اجتماع کا انتظام علاقہ اعظمیہ کے قاعۃ النعمان میں کیا گیا تھا۔ ۴۳ ممالک کے کم و بیش ۱۵۰ نمائندے اجتماع میں شریک تھے، نمایندوں کے علاوہ مدعوئین خصوصی کی بھی خاصی تعداد موجود تھی، وسیع اور شاندار ہال بھرا ہوا تھا، عجیب طرح کی دلکشی تھی، اجلاس کا افتتاح بغداد کے ایک مشہور خوش لہجہ قاری صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ قاری صاحب نے سورۂ اسرا کی آیات وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اِلٰی) اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے لہجے میں پڑھیں تو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آیات پاک کا سادہ ترجمہ آپ بھی سنتے جائیں، تفسیر و تشریح کا یہ موقع نہیں۔

ہم نے کتاب میں یعنی تورات میں بنی اسرائیل کو اس فیصلے کی خبر دیدی تھی کہ تم ضرور ملک میں دو مرتبہ خرابی اور فساد پھیلاؤ گے اور بڑی ہی سخت سرکشی کرو گے پھر جب اُن دو وقتوں میں سے پہلے وقت آگیا تو اے بنی اسرائیل ہم نے تم پر ایسے بندے بھیجدیے جو بڑے ہی خوفناک تھے، وہ تمھاری آبادیوں کے اندر پھیل گئے اور اللہ کا وعدہ تو اس لیے تھا کہ پورا ہو کر رہے۔

پھر دیکھو ہم نے زمانے کی گردش تمہارے دشمنوں کے خلاف اور تمہارے موافق کر دی اور مال و دولت اور اولاد کی کثرت سے تمہاری مدد کی اور تمھیں پھر ایسا بنا دیا کہ بڑے جتھے والے ہو گئے، یاد رکھو، اگر تم نے بھلائی کے کام کئے تو اپنے ہی لئے کئے اور برائیاں بھی کیں تو اپنے ہی لئے کیں، پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے اپنے دوسرے بندوں کو بھیجدیا تاکہ تمہارے چہروں پر رسوائی پھیر دیں اور اسی طرح مسجد میں داخل ہو جائیں جس طرح پہلی مرتبہ حملہ آور گھسے تھے اور جو کچھ پائیں توڑ پھوڑ کر برباد کر ڈالیں، کچھ عجب نہیں کہ تمھارا پروردگار تم پر رحم فرمائے (اگر اب بھی باز آجاؤ) لیکن اگر تم پھر سرکشی و فساد کی طرف لوٹے تو ہماری طرف سے بھی پاداشِ عمل لوٹ آئے گی اور ہم نے منکرین حق کے لیے جہنم کا قید خانہ تیار کر رکھا ہے،

بے شبہ قرآن اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیدھا راستہ ہے اور ایمان والوں کو جو نیک عمل میں سرگرم رہتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ انھیں بڑا اجر ملنے والا ہے اور اس بات کا بھی اعلان کرتا ہے کہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تلاوت قرآن پاک کے بعد لجنۃ التحضیریہ (تیاری کمیٹی) کی طرف سے ڈاکٹر حمد الکبیسی نے ابتدائی تقریر کی جس میں مؤتمر کی ضرورت اور مقاصد پر روشنی ڈالی گئی تھی، اس کے بعد رئیس جمہوریہ جناب احمد حسن بکر کا پیغام ڈاکٹر احمد عبدالستار جواری نے پڑھ کر سنایا۔ پیغام میں اس اہم اجتماع کا خیر مقدم کیا گیا تھا اور مسئلہ فلسطین کی اہمیت واضح کی گئی، پیغام خاصا جاندار تھا اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ صدر جمہوریہ کے ذہن میں عرب اسرائیل جنگ اور مسئلہ فلسطین کی سیاسی اہمیت ہی نہیں بلکہ وہ اس کی مذہبی عظمت کو بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

اب رئاسۃ دیوان الاوقاف کے رئیس اور کانفرنس کے روح رواں نافع قاسم کھڑے ہوئے اور انھوں نے مؤتمر کی کارروائیوں کو ضابطے، قاعدے میں لانے کے لئے صدر، دو نائبین صدر اور جنرل سکریٹری کے نام برائے انتخاب پیش کیے، جو متفقہ طور پر منظور کیے گئے۔

۱۔ صدر مولانا شیخ عبداللہ غوشہ قاضی القضاۃ مملکت ہاشمیہ اردن

۲۔ نائب صدر اول مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی ہندوستان

۳۔ نائب صدر دوم مولانا شیخ ہادی فیاض نجف اشرف

۴۔ جنرل سکریٹری مولانا شیخ عبداللہ الشخلی بغداد

ہندوستان کے نمائندے کو نائب رئیس اول بنانے پر مجھے تعجب سا ہوا، کیونکہ بہت کچھ ہونے کے باوجود ہندوستان اصطلاحی طور پر "مسلم مملکت"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہے، اس پر بھی ہمارے ملک کو یہ امتیاز بخشا گیا، اس چیز کو مؤتمر میں شریک ہونے والے تمام ہی نمائندوں نے مسرت آمیز انداز میں محسوس کیا اور مجھے مبارکباد دی ——

عہدہ داروں کے انتخاب کے بعد چند کمیٹیاں بنائی گئیں، خاص طور پر مؤتمر میں پیش ہونے والی تجویزیں مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔ اور پہلی نشست کی کارروائی اس مرحلے پر ختم ہوگئی۔ رات کے کھانے کا انتظام ڈاکٹر احمد عبدالستار جوازی وزیر دولت اور رئیس لجنۃ التحضیریہ مؤتمر علماء المسلمین کی طرف سے "اُم الطبول کی جامع الشہداء" میں تھا، "جامع الشہداء" بغداد کی تاریخی اور نہایت شاندار مسجد ہے، اس کی وسیع جدید عمارت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اجتماع کی پہلی نشست سے فارغ ہوکر پروگرام کے مطابق تمام نمائندے "جامع الشہداء" پہونچ گئے اور عشاء کی نماز باجماعت میں شریک ہوئے، مسجد کے ساتھ بڑے بڑے ہال بنے ہوئے ہیں، کھانے کا انتظام یہیں تھا، رات زیادہ ہوگئی تھی ورنہ اس خوبصورت مسجد اور اس کے کتبوں اور تحریروں کا اطمینان سے مطالعہ کیا جاتا، کھانے کے بعد واپسی میں اس کے دروازوں پر سرسری نظر ڈالی اور قیام گاہ لوٹ آئے، پہلے یہ مسجد "جامع ام الطبول" کے نام سے مشہور تھی، جدید تعمیر کے بعد اس کا نام جامع الشہداء ہوگیا۔ جامع الشہداء کا یہ ڈنر ہر لحاظ سے شاندار رہا، محفل کی چہل پہل بڑی ہی دل آویز تھی، دور دور سے آئے ہوئے نمائندے کھلے دل سے باتیں کر رہے تھے، مذاکروں کا رنگ ادبی بھی تھا اور علمی بھی۔ یہ پر رونق اجتماع کم و بیش دو گھنٹے رہا، شیخ نافع قاسم اور ڈاکٹر عبدالستار مجلس کی نوک پلک درست کرنے میں ہمہ تن مشغول رہے۔

جمعہ ۱۴ر فروری کی صبح کو سامرا جانے کا پروگرام تھا، قرار داد کے مطابق تمام وفود پہلے "قاعۃ النعمان" میں جمع ہوئے اور ۱۰ بجے کے قریب بسیں اس اجڑے ہوئے تاریخی شہر کے نشانات دیکھنے کے روانہ ہوگئیں، سامرا کی قدیم تاریخ کے بہت سے نقوش

© rasailojaraid.com